مہاجرین کیلئے دشواریوں کا آغاز

کوئی شوق میں مہاجر نہیں بنتا، حالات مہاجر بننے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ غریب ملکوں کے حالات خراب کرنے میں ترقی یافتہ ممالک جو رول ادا کرتے رہے ہیں، اس پر زیادہ کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں رہ گئی ہے۔ ترقی یافتہ ملکوں کی امن پسندی، انسانیت نوازی کا بھرم بار بار ٹوٹا ہے، کئی بار ان کا دوہرا معیار سامنے آیا ہے۔ اس وقت یوکرین اور غزہ جنگیں جاری ہیں۔ ان جنگوں میں ترقی یافتہ ممالک کا رول بھی ان کی اصلیت سمجھا دینے کے لیے کافی ہے۔ گزشتہ کئی دہائی سے کئی یوروپی ملکوں کی طرح برطانیہ نے بھی جنگوں میں امریکہ کا ساتھ دیا ہے۔ عراق کے خلاف جنگ کے لیے جواز نہیں تھا، امریکہ نے جواز پیدا کیا تھا۔ اس کے باوجود برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر نے امریکی صدر جارج واکر بش کا ساتھ دیا تھا۔ اس کی وجہ سے امریکہ کی طرح برطانیہ کی امیج پر اثر پڑا۔ افغان جنگ امریکی صدر جونیئر بش نے یہ کہہ کر شروع کی تھی کہ امریکہ دہشت گردی جڑ سے ختم کر ڈالے گا۔ افغان جنگ میں بھی برطانیہ نے امریکہ کا ساتھ دیا۔ عراق اور افغان جنگوں کی وجہ سے بڑی تعداد میں لوگ مہاجر بنے۔ اس وقت برطانیہ کے لیڈروں کو یہ خیال نہیں آیا تھا کہ لوگوں کا مہاجر بننا کئی ملکوں کے لیے باعث تشویش ہوتا ہے، کیونکہ تمام ملکوں کی اقتصادی، سیاسی اور سماجی حالت ایسی نہیں ہے کہ بڑی تعداد میں مہاجرین کو پناہ دے سکیں۔ اس وقت برطانوی لیڈروں کی منطق کچھ اور تھی۔ تمام باتوں کے باوجود یہ ماننے پر مجبور ہونا پڑتا تھا کہ برطانوی حکومت برطانیہ کی سرحدوں کے اندر انسانی حقوق کی حفاظت اور انسانیت کے تحفظ کے لیے مستعد رہتی ہے، اس کا عمل مثالی ہے، برطانیہ کی داخلی پالیسی واقعی ان ملکوں کے لیے نظیر ہے جو انسانوں کو خانوں میں بانٹ کر دیکھتے ہیں، اپنی سرحدوں کے اندر دوسرے انسانوں کی فکر کرنے سے پہلے اپنے لوگوں کی فکر کرتے ہیں مگر حالات بدلتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ برطانیہ کے بھی حالات بدل رہے ہیں اور اب اس کی وہ ساکھ نہیں رہ جائے گی جو اب تک رہی ہے، کم سے کم اس کے روانڈا پلان کو دیکھ کر تو یہی لگتا ہے۔ اس پلان پر اس کی تعریف نہیں کیے جانے کی وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ برطانیہ کی اقتصادی حالت ایران یا ترکی کی اقتصادی حالت سے بہتر ہے۔ اس کے باوجود ان دونوں ملکوں نے اس سے کہیں زیادہ مہاجرین کو پناہ دے رکھی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ برطانیہ مہاجرین کو پناہ دینے والے ٹاپ 3 ملکوں میں شامل نہیں ہے۔ مہاجرین کو پناہ دینے کے معاملے میں ایران، ترکی اور جرمنی کے بعد ہی کسی ملک کا نمبر آتا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ برطانیہ میں اب تک انسانی حقوق کا خیال کیا جاتا رہا ہے، ایسا سمجھا جاتا رہا ہے کہ برطانیہ میں کسی قصوروار کے ساتھ بھی ایسا سلوک نہیں ہوگا جو اس کے لیے باعث تکلیف بنے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ برطانیہ کا روانڈا پلان اگر کامیاب ہو گیا تو کئی اور ممالک، خاص کر ترقی یافتہ ممالک۔ جو دیگر ملکوں میں مسئلے پیدا کرنے میں آگے آگے رہتے ہیں مگر مسئلوں کے حل میں حصہ دار نہیں بنتے۔ بھی اسی طرح کا پلان لائیں گے تاکہ مہاجرین کو غریب ملکوں میں بھیج کر اپنی ذمہ داریوں سے بری الذمہ ہو جائیں۔ برطانیہ کے روانڈا پلان کی تعریف نہیں کی جاسکتی، کیونکہ دنیا اس موڑ پر کھڑی ہے جہاں جنگوں کے اندیشے بڑھ رہے ہیں اور ظاہر سی بات ہے کہ جنگ کے اندیشے بڑھیں گے تو مہاجرین کی تعداد میں اضافے کا اندیشہ بھی بڑھے گا، البتہ امید اس بات سے ضرور رکھی جانی چاہیے کہ برطانیہ ایک جمہوری ملک ہے اور وہاں انسانی حقوق کی حفاظت کے لیے جدوجہد کرنے والوں کی کمی نہیں ہے۔ وہاں کی عدالتوں نے بھی اب تک یہ ظاہر نہیں کیا ہے کہ ان کے لیے ثبوت سے زیادہ کسی اور چیز کی اہمیت ہوتی ہے۔ اس ہفتے کا 'دستاویز' برطانیہ کے روانڈا پلان اور مہاجرین کے ایشو پر مبنی ہے:

برطانیہ کا روانڈا پلان

مسائل اور چیلنجز

اپریل 2022 میں برطانیہ نے روانڈا کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا کہ پناہ کی تلاش میں جو لوگ برطانیہ آتے ہیں، انہیں روانڈا بھیج دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں ایک بل 'محفوظ روانڈا (پناہ گزینی اور ہجرت)' برطانوی پارلیمنٹ میں پاس ہو کر قانون بن چکا ہے۔

ڈاکٹر محمد ضیاء اللہ

STOP THE BOATS

آج کی دنیا کے انسانوں نے اپنے لیے جو ورلڈ آرڈر تیار کیا ہے اس کا ڈھانچہ اس انداز میں تیار کیا گیا ہے کہ کمزور قوموں اور ملکوں کو امن نصیب نہیں ہوسکتا۔ جہاں امن کا بھرم قائم رکھا جاتا ہے وہاں کی حقیقت بھی یہ ہے کہ ان ملکوں کی سیادت اور پالیسی سازی کے امور میں ان کا انحصار طاقتور ملکوں پر تقریباً مکمل ہوتا ہے۔ ایسا اس لیے کیا جاتا ہے تاکہ کمزور ملکوں کے قدرتی ذخائر پر کنٹرول رکھا جائے اور ان سے مستفید ہونے کا موقع ان ملکوں کے عوام سے زیادہ ان نوسامراجی طاقتوں کو ملے جن کے انگوٹھے کے نیچے وہاں کے حکمراں طبقے رکھے جاتے ہیں۔ ایشیا، افریقہ، لاطینی امریکہ اور مشرق وسطیٰ کے ممالک کے لوگ جو دربدر مارے مارے پھرتے ہیں اور امن وسکون والی زندگی کی تلاش میں کبھی سرحدوں کی خاک چھانتے پھرتے ہیں تو کبھی سمندروں میں غرق ہونے کا خطرہ مول لے کر کسی بھی طرح بس اپنے ملک سے نکل جانے کا تہیہ کیے رہتے ہیں، اس کی اصل وجہ یہ نہیں ہے کہ مذکورہ بالا براعظموں اور ملکوں میں قدرت نے زندگی کے وسائل مہیا نہیں کیے ہیں یا وہاں کے عوام کو اپنے ملک وقوم سے محبت نہیں ہے۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ یہ لوگ جنہیں پناہ گزیں یا مہاجرین کے ناموں سے پکارا جاتا ہے، وہ کسی بھی اعتبار سے محنت کش نہیں ہوتے یا انہیں اجنبی ملکوں میں درپیش چیلنجز کو جھیلنے کا کوئی شوق ہوتا ہے۔ دنیا بھر میں جتنی بھی ہجرتیں ہوتی ہیں، اس کی اصل وجہ مغرب کا وہ عالمی نظام ہے جس نے کمزور ملکوں اور قوموں کے قدرتی ذرائع اور نظام حکومت پر قابض ہو کر انہیں ہر قسم کی ترقی کے لیے مطلوب تمام وسائل سے محروم کر کے نہ صرف اپنے لیے خوبصورت جنت بنالی ہے بلکہ جن ملکوں کا استحصال کیا ہے اور لگاتار کر رہے ہیں، انہیں اس حالت میں بھی نہیں چھوڑتے کہ وہاں کے لوگ تھوڑا کم کھا کر ہی سہی لیکن امن کے ساتھ اپنی زمینوں اور ملکوں میں رہ سکیں۔ وہاں کے امن کو غارت کرنے کے لیے پہلے تو کئی مسلح جماعتیں پیدا کر دی گئی ہیں۔ پھر ان جماعتوں کو مغربی ممالک کے ذریعے ہتھیار سپلائی کیا جاتا ہے۔ یہ جماعتیں جب بندوق کے ذریعے موہوم امن کی بحالی کی کوششیں کرتی ہیں اور آپس میں ہی ایک دوسرے کی مخالف ہو جاتی ہیں تو امن کے بجائے عدم استحکام اور مسلسل جنگ کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اس جنگ وجدال کے نتیجے میں جو مسائل پیدا ہوتے ہیں، ان کے تصفیہ کے لیے بھی پھر وہی نظام ثالثی کا کردار پیش کرنے کے لیے آگے آتا ہے جس نے بنیادی طور پر اس مسئلے کو ایک منظم منصوبے کے تحت پیدا کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں مسئلے کب سلجھ سکتے ہیں؟ انہی ناگفتہ بہ حالات میں جنگ وجدال اور قتل وغارت گری سے تھک چکے لوگ اپنے بچوں کو بہتر مستقبل عطا کرنے کے لیے ہجرت اور ترک وطن پر مجبور ہوتے ہیں۔ جب یہ لوگ ان مغربی ملکوں کا رخ کرتے ہیں جنہوں نے مہاجرین کے ملکوں کو جہنم زار بنایا ہوتا ہے تو انہیں نہ صرف وہاں داخل نہیں ہونے دیا جاتا بلکہ ان کے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیا جاتا ہے اور اس طوفان کو کھڑا کرنے میں مغرب کا میڈیا، کارپوریٹ نظام، سیاسی پارٹیاں اور مبصرین ومفکرین سبھی شامل ہوتے ہیں۔ ان دنوں تو پورے یوروپ میں ایسا لگتا ہے کہ صرف اسلاموفوبیا کی شکار اور مہاجرین مخالف سیاسی پارٹیاں ہی ہر جگہ چھائی ہوئی ہیں۔ کوئی مغربی ملک ایسا نہیں بچا ہے جہاں پناہ گزینوں اور مہاجرین کے خلاف عداوت کا ماحول تیار نہیں کر دیا گیا ہو۔ اس میں بھی شک نہیں کہ انہی ملکوں میں انسانی حقوق کا تحفظ کرنے والے افراد اور جماعتیں بھی پائی جاتی ہیں جو ان مہاجرین اور پناہ گزینی کی تلاش میں بھٹکنے والوں کی وکالت اور مدد بھی کرتے ہیں لیکن چونکہ اسٹیٹ کے مقابلے میں ان کی صلاحیت اور وسائل محدود ہیں، اس لیے کئی بار انسانی حقوق کی محافظ جماعتیں اور تنظیمیں ناکام بھی ہو جاتی ہیں۔

مذکورہ بالا مقدمے کو دھیان میں رکھ کر اگر برطانیہ کے روانڈا پلان کو دیکھا جائے تو اندازہ ہوگا کہ کس منظم ڈھنگ سے یوروپ کی حکومتیں کوشش کرتی ہیں کہ وہ کمزور ملکوں میں مسائل تو پیدا کریں لیکن جب ان کی انسانیت مخالف پالیسیوں سے متاثر ہو کر لوگ اپنے مسائل کے حل کے لیے ان کے دروازوں تک پہنچ جائیں تو بجائے اس کے کہ ان کے درد کے درماں بنیں، انہیں مزید نئے اور سنگین مسائل میں ڈال دینے کا ایک پلان الگ سے تیار کر لیا جاتا ہے۔ کچھ یہی معاملہ برطانیہ کے روانڈا پلان کا بھی ہے۔ اس پلان کی تفصیل یہ ہے کہ اپریل 2022 میں برطانیہ نے روانڈا کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا کہ پناہ کی تلاش میں جو لوگ برطانیہ آتے ہیں، انہیں روانڈا بھیج دیا جائے گا۔ اس پلان کا نام 'ہجرت اور اقتصادی شراکت' یا 'روانڈا پلان' رکھا گیا تھا لیکن یہ پلان نافذ ہونے سے قبل ہی عدالتی رکاوٹ کا شکار ہو گیا۔ نومبر 2023 میں برطانیہ کے سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ صادر کر دیا کہ یہ پلان غیر قانونی ہے، کیونکہ مہاجرین کو روانڈا بھیجنے کی صورت میں نہ صرف برطانوی قوانین کی خلاف ورزی ہوگی بلکہ انسانی حقوق سے متعلق بین الاقوامی قوانین اور معاہدوں پر بھی اس سے زد پڑتی ہے۔ جب سپریم کورٹ نے برطانوی سرکار کے اس عمل کو غیر قانونی قرار دیا تو برطانوی وزیر اعظم رشی سنک جو خود ہجرت کر کے برطانیہ پہنچے ہیں، انہوں نے اس کے مقابلے میں ایک نئے معاہدے پر روانڈا کے ساتھ دستخط کر لیا اور اس کو عدالتی مداخلت سے محفوظ رکھنے اور یہ تاثر پیش کرنے کے لیے کہ روانڈا ایک محفوظ ملک ہے جہاں پناہ گزینوں کو کوئی دقت پیش نہیں آئے گی، ایک بل بھی برطانوی پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا جس کا نام 'محفوظ روانڈا (پناہ گزینی اور ہجرت) قانون' رکھا گیا۔ یہ بل پارلیمنٹ میں اب پاس ہو کر قانون بن چکا ہے۔ اس اسکیم کے تحت جو پناہ گزیں روانڈا بھیجے جائیں گے۔ ان کی پناہ گزینی سے متعلق درخواستوں پر روانڈا کے قانون کے تحت غور کیا جائے گا اور وہ دوبارہ برطانیہ لوٹ کر نہیں آ پائیں گے۔ اس قانون کی بڑے پیمانے پر تنقید ہو رہی ہے اور کہا جا رہا ہے کہ وہ کمزور لوگ جو بہتر زندگی کی تلاش میں برطانیہ آئے ہیں، ان کے ویلفیئر کو اس قانون سے سخت نقصان پہنچے گا۔ ناقدین میں تمام سیاسی پارٹیوں کے اراکین پارلیمنٹ، رفاہی تنظیمیں اور حقوق انساں کی جماعتیں شامل ہیں۔ ان سب کا ماننا ہے کہ ہر شخص کو پناہ گزینی کا حق حاصل ہے اور تجربہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ جب کبھی کھلی بانہوں سے ان کا استقبال کیا گیا ہے تو پناہ دینے والے ملک وسماج کی ترقی میں انہوں نے بڑا رول ادا کیا ہے، لہٰذا برطانوی سرکار کو چاہیے کہ وہ انہیں ہزاروں میل دور بھیجنے کے بجائے ان کو تحفظ فراہم کرے اور ان کا استقبال کرے۔

اب سوال یہ ہے کہ جب اس قانون کی ہر سطح پر اتنی مخالفت ہو رہی ہے تو برطانوی سرکار ایسا کیوں کر رہی ہے؟ سرکار کا کہنا ہے کہ اس پالیسی کا مقصد انسانی تجارت میں ملوث گروہوں کے تجارتی ماڈل کو روکنا ہے تاکہ وہ چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں انہیں بٹھا کر اور ناجائز ڈھنگ سے برطانیہ میں داخل نہ کروائیں۔ برطانیہ کی وزارت داخلہ نے کہا ہے کہ اس شراکت کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ ناجائز، خطرناک یا غیر ضروری طریقوں سے برطانیہ کا سفر کرتے ہیں، ان کو روانڈا منتقل کرنے پر غور کیا جائے گا جہاں پناہ گزینی سے متعلق ان کے دعووں کو پروسیس کیا جائے گا۔ قانون کے الفاظ گرچہ سننے میں زیادہ خطرناک نہیں معلوم ہوتے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس نئے قانون کے تحت کوئی بھی شخص ہجرت کر کے برطانیہ نہیں پہنچ پائے گا، کیونکہ ملک سے باہر رہتے ہوئے پناہ گزینی کی درخواست کوئی نہیں دے سکتا اور نہ ہی کسی پناہ گزیں کو ویزا جاری کیا جاتا ہے تاکہ وہ ملک میں داخل ہو سکے۔ اس کا مطلب کوئی بھی شخص جو پناہ کی تلاش میں ہو وہ برطانیہ میں قانونی طور پر داخل نہیں ہو سکے گا۔ حالانکہ رفیوجی کنونشن کے تحت پناہ گزینی کی تلاش میں سرگرداں شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بشمول برطانیہ اپنی پسند کے کسی بھی ملک میں پناہ گزینی کے لیے درخواست دے اور اگر ناجائز ڈھنگ سے بھی ملک میں داخل ہو جائے تو اس کو ہراساں نہ کیا جائے۔ برطانیہ اس کنونشن پر دستخط کرنے والے ملکوں کی فہرست میں شامل ہونے کی وجہ سے اس پر عمل کا پابند ہے۔ اس کے باوجود روانڈا پلان کو نافذ کرنے کی ضد پر تلا ہوا ہے جبکہ برطانوی وزارت خارجہ کا ریکارڈ بتلاتا ہے کہ انگلش چینل کو عبور کر کے ناجائز ڈھنگ سے جو لوگ برطانیہ میں داخل ہوتے ہیں، ان کی اکثریت کو پناہ گزیں کا اسٹیٹس مل ہی جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ برطانیہ آتے ہیں وہ واقعی بڑے کمزور و بے کس لوگ ہوتے ہیں اور ان کو تحفظ فراہم کرنا قانون کے لحاظ سے بھی ضروری ہے اور ان کو سزا دینا عین روح قانون کے خلاف عمل ہے۔ پناہ گزینوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے سرگرم عمل برطانوی تنظیم آئی آر سی اور YouGov نے جون 2023 میں جو سروے کیا تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ افغانستان اور یوکرین کے حالیہ بحران کے تناظر میں برطانوی عوام کی اکثریت (65 فیصد) بھی اس حق میں ہے کہ پناہ گزینوں کو تعاون فراہم کیا جائے۔ ایسا کیا جانا ضروری اس لیے بھی ہے کیونکہ پناہ گزینی کی تلاش میں برطانیہ پہنچنے والے اکثر لوگ بڑی بری حالت میں یہاں پہنچے ہیں۔ انہیں قانونی مدد، ہمدردی اور دیگر سہولیات کی فراہمی کی ضرورت ہے نہ کہ میلوں دور ان کو بھیج دیا جائے جہاں انہیں بیشمار مسائل کا سامنا کرنا ہوگا اور ان کا مستقبل خطرے میں پڑ جائے گا۔ روانڈا پلان پر عمل کرنا رفیوجی کنونشن 1951 کے خلاف بھی ہے جیسا کہ یو این ایچ سی آر نے کہا ہے کہ پناہ کی تلاش کرنا بنیادی انسانی حقوق میں شامل ہے۔

آج جبکہ دنیا بھر میں تقریباً ساڑھے تین کروڑ لوگ پناہ کی تلاش میں بھٹک رہے ہیں، برطانیہ ایسا اقدام بھلا کیسے کر سکتا ہے؟ اس کو چاہیے کہ اس سلسلے میں وہ اپنے حصے کی ذمہ داریوں کو نبھائے۔ اس کے برعکس وہ اپنی ذمہ داری دوسرے غریب ملک کی طرف منتقل کر رہا ہے۔ ویسے بھی حقیقت یہ ہے کہ پناہ گزینوں کی اکثریت تو ان ملکوں کا ہی رخ کرتی ہے جو نزاعات سے متاثر غریب اور پڑوسی ممالک ہوتے ہیں۔ بہت تھوڑی تعداد ہی امیر مغربی ملکوں میں جاتی ہے۔ اس کے باوجود یہ اپنی ذمہ داریاں نبھانے سے کتراتے ہیں۔ مزید یہ کہ برطانیہ کو آسٹریلیا اور اسرائیل کے سابقہ تجربوں سے سبق لینا چاہیے۔ ان ملکوں نے بھی اس سے قبل پناہ گزینی کے درخواست دہندوں کے معاملے کو آؤٹ سورس کیا تھا لیکن ناکام رہے۔ ان کی ایسی پالیسیوں کے نتیجے میں زیادہ جانیں تلف ہوئیں۔ ان ملکوں تک پہنچنے کی تمنا میں سمندر میں غرق آب ہونے والوں کی تعداد بڑھتی رہی لیکن چھوٹی کشتیوں میں سوار ہو کر وہاں آنے والے پھر بھی آتے ہی رہے۔ اگر برطانیہ یہ سمجھتا ہے کہ جہاں آسٹریلیا اور اسرائیل ناکام ہو گئے وہاں یہ کامیاب ہو جائے گا تو یہ محض خام خیالی ہے۔ اس کے علاوہ اقتصادی طور پر بھی یہ پلان صرف غیر موثر ہی نہیں بلکہ گھاٹے کا سودا ہے۔ روانڈا پلان پر عمل کرنے کی صورت میں برطانیہ کو بہت خرچ کرنا پڑے گا۔ 'ٹائمس' کی رپورٹ کے مطابق برطانیہ نے روانڈا کو ترقیاتی فنڈ کے طور پر بارہ کروڑ پاؤنڈ ادا کیا تھا۔ اب پروسیسنگ کی قیمت کے بطور دو کروڑ پاؤنڈ مزید ادا کیا ہے۔ گزشتہ سال جب روانڈا بھیجنے کا پلان عدالتی مداخلت کی وجہ سے ناکام ہو گیا تھا، اس وقت بھی دس کروڑ پاؤنڈ خرچ کرنا پڑا تھا لیکن ایک بھی پرواز کو روانڈا نہیں بھیجا جا سکا تھا۔ اس سلسلے میں وزارت خارجہ کے ایک خط کے مطابق پانچ کروڑ پاؤنڈ کا اضافی خرچ متوقع ہے۔ کل ملا کر 29 کروڑ پاؤنڈ کا خرچ اب تک اس پلان پر ہوا ہے اور ابھی بھی اس کا مستقبل اندھیرے میں ہے۔ اس کے بجائے اگر ان پیسوں کا استعمال برطانوی سرکار موثر طریقے سے پناہ گزینی سے متعلق درخواستوں کو پروسیس کرنے پر خرچ کرتی تو اس میدان میں کام کرنے والی تنظیموں کے مطالعوں سے پتہ چلتا ہے کہ جنہیں پناہ دی جاتی ہے وہ مستقبل میں اپنے میزبان ملک کے لیے بہت مفید ثابت ہوتے ہیں اور جتنا ان پر خرچ کیا جاتا ہے، اس سے کہیں زیادہ وہ وہاں کی اقتصادی ترقی میں اپنا حصہ پیش کر کے لوٹا دیتے ہیں۔ آئی آر سی (انٹرنیشنل ریسکیو کمیٹی) کی رپورٹ کے مطابق 94 فیصد پناہ گزیں کام کرنا چاہتے ہیں۔ اگر اس پر عمل کیا گیا تو برطانیہ کو سالانہ ساڑھے گیارہ کروڑ پاؤنڈ کا فائدہ ہوگا۔ اس کے علاوہ اہم اور ضروری پہلو اس پورے انسانی بحران سے متعلق مسئلے کا یہ ہے کہ مغربی ممالک کی اکثریت نے دنیا بھر میں اس بحران کو پیدا کیا ہے اور لگاتار کر رہی ہے، اس لیے اس کو حل کرنے میں بھی انہیں اپنی ذمہ داری نبھانی ہوگی۔ اس کے باوجود اگر برطانوی سرکار سختی کے ساتھ اپنے موقف پر قائم رہتی ہے اور دو ہفتے قبل پارلیمنٹ میں پاس شدہ نئے قانون کے تحت عدالتی مداخلت سے بچنے کی کوشش کرتی ہے تب بھی اس کے لیے اس پر عمل کرنا اتنا آسان نہیں ہوگا، کیونکہ قانونی چارہ جوئی کے دوسرے راستے موجود ہیں جن سے برطانیہ بچ نہیں سکتا۔ اس پر مستزاد یہ کہ برطانیہ کی سول آرگنائزیشنز اس قانون کی خرابیوں کو اجاگر کرنے اور پناہ گزینوں کے حقوق کے تحفظ کے سلسلے میں سنجیدہ ہیں، اس لیے زیادہ امکان یہی ہے کہ برطانیہ کے روانڈا پلان کا مستقبل وہی ہوگا جو اس سے قبل آسٹریلیا اور اسرائیل کے پلانوں کا ہو چکا ہے۔ ■

مہاجرین کو پناہ دینے میں ٹاپ 3 میں سے 2 مسلم ممالک

مہاجرین کو پناہ دینے کے معاملے میں کئی ملکوں نے فراخ دلی کا اظہار کیا ہے۔ اگر وہ فراخ دلی کا اظہار نہ کرتے، اگر ان کے لیڈران بھی یہ سوچتے کہ کون غیر قانونی مہاجر ہے، کون قانونی مہاجر ہے اور جو غیر قانونی مہاجر ہے، اسے کون سے ملک میں منتقل کیا جائے تو مہاجرین کے لیے نہ جانے کیسے حالات ہوتے۔ حیرت اس بات پر ہے کہ امریکہ اور اس کے اتحادی یوروپی ممالک انسانیت کی باتیں زیادہ کرتے ہیں جبکہ حالات کے ستائے ہوئے لوگوں کو پناہ دینے کے معاملے میں وہ بہت آگے نہیں ہیں۔ مہاجرین کی زیادہ تعداد کو پناہ دینے کے معاملے میں پہلے یا دوسرے نمبر پر امریکہ ہے، نہ ہی اس کا کوئی اتحادی۔ اقوام متحدہ کے اعلیٰ کمشنر برائے مہاجرین (یو این ایچ سی آر) کی رپورٹ کے مطابق، پہلے اور دوسرے نمبر پر ایران اور ترکی ہیں۔ دونوں ملکوں نے 34-34 لاکھ مہاجرین کو پناہ دے رکھی ہے۔ سب سے زیادہ شامی مہاجرین کو ترکی نے ہی پناہ دی ہے۔ اس کے بعد اردن کا نمبر آتا ہے۔

ترکی میں شامی مہاجرین کا کیمپ

ترکی کی اقتصادی حالت بہت اچھی نہیں ہے، گزشتہ ایک دہائی میں ترک حکومت کے لیے اقتصادی شرح نمو کو برقرار رکھنا چنوتی بھرا رہا ہے، اس کے باوجود ترکی نے بڑی تعداد میں شامی مہاجرین کو پناہ دے رکھی ہے تو یہ واقعی حیرت کی بات ہے۔ اسی طرح امریکہ اور یوروپی ممالک ایران پر پابندیاں عائد کرنے کے لیے بہانوں کی تلاش کرتے رہے ہیں، اس کی اقتصادی حالت اچھی نہیں ہے، اس کی جی ڈی پی سے زیادہ اسرائیل کی جی ڈی پی ہے مگر انسانی خدمت کے معاملے میں وہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں سے بہت آگے ہے، کم سے کم مہاجرین کو پناہ دینے کے حوالے سے تو یہ بات کہی جائے گی۔ مہاجرین کو سب سے زیادہ پناہ دینے والے ٹاپ 3 ملکوں کی بات کی جائے تو اس میں تیسرا نمبر جرمنی کا ہے۔ اس نے 25 لاکھ مہاجرین کو پناہ دے رکھی ہے۔ 25 لاکھ مہاجرین کو کولمبیا نے بھی پناہ دے رکھی ہے جبکہ پاکستان میں 21 لاکھ مہاجرین کو پناہ ملی ہوئی ہے۔ ان اعداد وشمار کو دیکھنے کے بعد یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ کن ملکوں کے لیڈران انسانیت کی اچھی اچھی باتیں کرتے ہیں اور کن ملکوں کے لیڈران انسانوں کو راحتیں دینے کا کام کرتے ہیں۔ ■

کم آمدنی والے ملکوں میں 75 فیصد مہاجرین

امیر اور ترقی یافتہ ملکوں کو مہاجرین کے استقبال کے لیے فراخ دلی کا مظاہرہ کرنا چاہیے تھا لیکن مہاجرین کی ذراسی بڑھتی تعداد کو دیکھ کر ان ملکوں کے لیڈران پریشان ہونے لگتے ہیں، انہیں مستقبل کی فکر ستانے لگتی ہے جبکہ انہیں ملکوں کے لیڈران انسانیت کی باتیں زیادہ کرتے ہیں، خود کو انسان پسند ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں لیکن ان کی انسانیت پسندی، انسانیت نوازی زیادہ تر باتوں کی حد تک ہی محدود ہوتی ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ امیر ملکوں نے زیادہ مہاجرین کو پناہ نہیں دی ہے۔ انہیں پناہ دینے کے معاملے میں غریب ممالک ان سے بہت آگے ہیں۔ یہ کوئی عام ذرائع کی رپورٹ نہیں ہے، اقوام متحدہ کے اعلیٰ کمشنر برائے مہاجرین (یو این ایچ سی آر) کی رپورٹ ہے کہ دنیا کے 75 فیصد مہاجرین کم اور متوسط آمدنی والے ملکوں میں رہتے ہیں۔ کم ترقی یافتہ ملکوں نے 20 فیصد مہاجرین کو پناہ دے رکھی ہے۔ بقیہ مہاجرین کو ترقی یافتہ ممالک نے پناہ دے رکھی ہے۔ ■

52 فیصد مہاجر 3 ملکوں کے

دنیا کے 52 فیصد مہاجرین صرف 3 ملکوں کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں، بقیہ کے 48 فیصد میں باقی کے تمام ممالک کے مہاجرین ہیں۔ وہ 3 ممالک جو سب سے زیادہ مہاجرین پیدا کرنے کے لیے ذمہ دار ہیں۔ شام، افغانستان اور یوکرین ہیں۔ دسمبر 2010 میں تیونس میں عوامی احتجاج کی لہر کے مارچ 2011 میں شام پہنچنے کے بعد وہاں کے حالات خراب ہوئے۔ خانہ جنگی کو ہوا دینے میں دنیا کے طاقتور ملکوں کے ساتھ علاقائی طاقتوں نے بھی مذموم رول ادا کیا۔ افغانستان کے مہاجر پیدا کرنے کی وجہ جنگ تھی۔ یہ جنگ 9/11 کے حملوں کے بعد امریکہ نے اپنے اتحادیوں کے ساتھ اس کے خلاف چھیڑی تھی۔ اس وقت کے امریکی صدر جارج واکر بش کا کہنا تھا کہ وہ دہشت گردی کو جڑ سے ختم کر کے دم لیں گے۔ دہشت گردی تو ختم نہیں ہوئی، امریکہ کو افغان جنگ ختم کرنی پڑی۔ یوکرین سے زیادہ مہاجر پیدا کرنے کی وجہ جنگ ہے۔ یہ جنگ اس کے خلاف روس نے بظاہر اس وجہ سے چھیڑی کہ اسے اندیشہ تھا، یوکرین ناٹو کا رکن بن سکتا ہے۔ اقوام متحدہ کے اعلیٰ کمشنر برائے مہاجرین (یو این ایچ سی آر) کی رپورٹ کے مطابق، شامی مہاجرین کی تعداد 65 لاکھ، افغان مہاجرین کی تعداد 61 لاکھ اور یوکرینی مہاجرین کی تعداد 59 لاکھ ہے۔ ■